اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیہا

مصباح

زنانہ اخبار
مہینے میں دو بار

نمبر ۵، ۶ جلد ۱۰

قادیان دارالامان سے یکم و پندرہ کو شائع ہوتا ہے
ایڈیٹر۔ بھائی عبدالرحمن قادیانی

۱۵ فروری و یکم مارچ ۱۹۳۶ء ۲۱ ذیقعدہ و ۶ ذوالحجہ ۱۳۵۴ھ

چندہ سالانہ دو روپیہ ۲ آنے

فہرست مضامین

چند روحانی بیماریوں کا علاج

(قرآن مجید و احادیث و اقوال بزرگان کرام)

سنہ ۱۹۳۶ء کی سالانہ جنتری

۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۱						۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۲۹	۳۱
دسمبر	نومبر	اکتوبر	ستمبر	اگست	جولائی						جون	مئی	اپریل	مارچ	فروری	جنوری
منگل	اَیت وار	جمعرات	منگل	ہفتہ	بُدھ	۲۹	۲۲	۱۵	۸	۱	سوموار	جمعہ	بُدھ	اَیت وار	ہفتہ	بُدھ
بُدھ	سوموار	جمعہ	بُدھ	اَیت وار	جمعرات	۳۰	۲۳	۱۶	۹	۲	منگل	ہفتہ	جمعرات	سوموار	اَیت وار	جمعرات
جمعرات	منگل	ہفتہ	جمعرات	سوموار	جمعہ	۳۱	۲۴	۱۷	۱۰	۳	بُدھ	اَیت وار	جمعہ	منگل	سوموار	جُمعہ
جُمعہ	بُدھ	اَیت وار	جمعہ	منگل	ہفتہ	۰	۲۵	۱۸	۱۱	۴	جمعرات	سوموار	ہفتہ	بُدھ	منگل	ہفتہ
ہفتہ	جمعرات	سوموار	ہفتہ	بُدھ	اَیت وار	۰	۲۶	۱۹	۱۲	۵	جمعہ	منگل	اَیت وار	جمعرات	بُدھ	اَیت وار
اَیت وار	جمعہ	منگل	اَیت وار	جمعرات	سوموار	۰	۲۷	۲۰	۱۳	۶	ہفتہ	بُدھ	سوموار	جمعہ	جمعرات	سوموار
سوار	ہفتہ	بُدھ	سوموار	جمعہ	منگل	۰	۲۸	۲۱	۱۴	۷	اَیت وار	جمعرات	منگل	ہفتہ	جمعہ	منگل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مصباح

قادیان دارالامان مورخہ ۱۵ فروری و یکم مارچ ۱۹۳۶ء

روحانی طبیب

یہ بڑے تعجب و حیرت کی بات ہے۔ کہ لوگ اپنی جسمانی امراض کے لئے تو یہانتک کوشش کریں۔ کہ اب تک جتنی کتابیں اس بارے میں لکھی جاچکی ہیں۔ وہ اگر جمع کی جائیں۔ تو ایک پہاڑ بن جائے۔ مگر روحانی بیماریوں کے لئے انسان کو بہت کم فکر ہے۔ یہانتک کہ اگر ایسے رسالوں کے دیکھنے کی آرزو ہو جس میں ایسی مرضوں کا علاج ہو۔ تو اردو اسلامی لٹریچر میں بہت کم ملتے ہیں۔ اس لئے میں نے چند مرضوں کو لے کر اپنی سمجھ کے مطابق یہ رسالہ ان کے علاج کے متعلق لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ میری اس خدمت کو قبول فرمائے؀

حرص

باوجود قدر کفایت کے خواہش مزید یہ حرص ہے اللہ اس سے بچائے۔ اسی زندگی میں دوزخ ہے۔ جس کے بارے میں قرآن شریف فرماتا ہے۔ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ دل میں ہر وقت تڑپ کہ وہ چیز بھی میسر پاس ہو۔ وہ مال بھی میرے قبضہ میں ہو۔ پھر جو محض فضل الٰہی سے حاصل ہے۔ اس سے زیادہ ہو۔ یہی تو ایک دوزخ ہے۔ جس سے مومن دور بھاگتا ہے۔ پہلے تو یہ سوچنا چاہیئے۔ کہ آیا طلب مزید موجب راحت ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں:۔

لَوْ کَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَالٍ لَتَبْغٰی ثَالِثًا وَلَا یَمْلَاءُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ۔

اگر ابن آدم کیواسطے مال کی دو وادیاں ہوں۔ وہ تیسری کا طالب ہو۔ ابن آدم کا پیٹ تو قبر ہی بھرے۔

؎ چشم تنگ مرد دنیا دار را
یا قناعت پُر کند یا خاکِ گور

پس جوں جوں اس حرص کو بڑھائے گا۔ توں توں وہ سوزش حصول مال کے لئے بڑھے گی۔ اور دکھ زیادہ ہوگا۔ پس بہتر ہے۔ کہ اپنی خواہش کو ایک حد تک رکھے۔ اور اس سے نہ بڑھے؀

پھر ان لوگوں کے حالات پر غور کرے۔ جن کے پاس اس سے زیادہ ہے۔ کہ آیا وہ سکھی ہیں۔ ان کے حالات انہی کی زبانی سننے تو قدر عافیت معلوم ہو۔ جتنا کسی کے پاس مال و دولت زیادہ ہے۔ اتنا ہی فکر اسکے لاحق ہوگا۔ ایک فقیر جس مزے کی نیند سوتا ہے۔ ایک دولتمند اس راحت و

چین سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ۔ ان کے مال اور ان کی اولاد تجھے تعجب میں نہ ڈالے۔ خدا تو انہیں اس کے ساتھ دنیا کی زندگی میں عذاب دینا چاہتا ہے۔ اور یہ کہ ان کی جانیں اسی میں ہلاک ہو جائیں۔ اور وہ کافر ہوں؎

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں اس تکاثر فی الاموال والاولاد کی ایک مثال دی ہے۔ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ؎

اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے مینہ کی اس سے روئیدگی ہوئی۔ اس نے کفار کو خوش کر دیا۔ پھر لہلہائی پھر اسکو تو زرد دیکھتا ہے۔ پھر وہ ایندھن بنجاتی ہے۔ اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے۔ اور اللہ سے مغفرت و رضامندی اور دنیا کا متاع دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اس مال و دولت کے انجام کو دیکھے۔ تو دانشمند پھر کبھی حرص نہیں کرے گا؎

صوفیاء نے اس مرض کا یہ علاج خوب لکھا ہے۔ کہ قدر کفایت سے جس قدر زیادہ نفس چاہتا ہے۔ اتنا ہی اس موجودہ میں سے صدقہ کر دے۔ مثلاً دو انار موجود ہیں۔ نفس حرص کرتا ہے۔ کہ ایک اور ہو۔ تو چاہیئے۔ کہ ایک ان دو میں سے صدقہ کر دے۔ اور نفس سے کہے۔ کہ اسی طرح تیری مخالفت کروں گا۔ پھر بھی اگر نفس نہ مانے۔ تو باقی میں سے نصف اور تصدق کر دے۔ یہانتک کہ نفس راضی ہو جائے۔ یہ علاج تو بہت عمدہ ہے۔ مگر اس میں ایک عزم کی ضرورت ہے۔ جس کی خدا سے توفیق مانگنی چاہیئے۔ دُعا سے استغفار سے لاحول سے اور نبی کریم صلعم پر درود بھیجنے سے۔ کہ اس سے روحانی قویٰ میں ترقی ہوتی ہے۔ بہیمیت پر غلبہ ہوتا ہے؎

پچھلے لوگوں کے ایسے تاریخی واقعے ضرور پڑھنے چاہئیں۔ جنہوں نے حرص بڑھا کر نقصان اٹھایا۔ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ کیا زمین کی سیر نہیں کرتے۔ اور نہیں دیکھتے۔ کہ ان سے پہلوں کا انجام کیا ہوا۔ جو ان سے قوت اور زمینی آثاروں میں بڑھ چڑھ کر تھے۔ یہ جو کچھ کمایا تھا۔ ان کے کچھ بھی کام نہ آیا تھا۔ پس حریص بھی جان لے۔ کہ یہ مال و اسباب تو اس کے کام نہ آئے گا۔ نہ سُکھ دیگا۔ سُکھ دینے والی تو اعمال صالحہ اور متابعت نبی کریم صلعم ہے؎

یوں بھی مال حرص کرنے سے نہیں بڑھتا۔ مال تو اللہ تعالٰے کے فضل سے بڑھتا ہے۔ اور اُن راہوں پر چلنے سے جو مال کے بڑھانے کے لئے قوانین قدرت میں مقرر ہیں۔ پس بجائے کاہلانہ زندگی کے ہوشیار ہو۔ اور مال بقدر ضرورت حاصل کرو ۔

اِنسان سوچے۔ کہ جب بقدر ضرورت وکفایت موجود ہے۔ تو اس سے زیادہ لیکر میں کیا کروں گا۔

ع۔ سب ٹھاٹھ پڑا رہجائیگا جب لاد چلیگا بنجارا

کِسی کھانے کی حرص یوں بھی دُور ہوسکتی ہے۔ کہ اُسے خوب سیر ہوکر ایک دفعہ کھالیا۔ یا کھلا دیا جائے۔ یہانتک کہ وہ منہ سے چڑھ جائے۔ قانع لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا بھی اس کا علاج ہے۔ اُنکے طرز عمل اور عام روش زندگی کو دیکھے۔ کہ وہ بھی میری طرح انسان ہوکر کیا پاک زندگی بسر کرتے ہیں ۔

جس چیز کی حرص ہے۔ اگر اُسے خرید کر صدقہ کردے۔ یا کم از کم دیگر احباء کو اس میں شامل کرلے۔ یا ایسے حالات میں رہے۔ کہ دوسرے شریک ہوسکیں۔ تو یہ بھی ایک علاج ہے ۔

یہ یقین کرے۔ کہ موت سر پر کھڑی ہے۔ مال کی حرص زیادہ کرکے کیا کروں گا۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلعم پیشاب کے بعد مٹی سے تیمم کرتے تھے۔ پس میں کہتا۔ کہ حضورؐ پانی قریب ہی ہے۔ فرمانے لگے۔ مجھے کیا معلوم کہ وہاں تک پہنچوں یا نہیں ۔

حقیقت میں جب آدمی کو اندیشہ ہو۔ کہ موت خدا جانے کس وقت آجائے۔ اُس کے دل میں کسی چیز کی حرص نہیں پیدا ہوسکتی۔ دیکھو جس شخص نے صبح پھانسی ملنا ہو۔ کچھ کھاپی نہیں سکتا۔ گویا "قدر کفایت" سے بھی کچھ حظّ نہیں اُٹھاتا۔ چہ جائیکہ طلب مزید کرے۔ پس حرص کے مرض کی ایک دوا موت کا یاد رکھنا بھی ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ وَعُدَّ نَفْسَکَ مِنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرِ۔ دُنیا میں ایسا رہ۔ جیسے کوئی مسافر یا کوئی راہ گزرنے والا اور اپنے آپکو قبر والوں سے شمار کر۔ کوئی مسافر رستہ طے کرتے ہوئے جب کشتی پر سوار ہو۔ تو مکان نہیں بنالیتا۔ پس انسان دُنیا میں اسی خیال سے رہے۔ کہ مَیں یہاں سے کوچ کرجانیوالا ہوں۔ اور میرا دُنیا میں قیام ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی دوپہر کیوقت درخت کے سایہ میں پناہ لیتا ہے۔ یا سرائے میں ٹھہر جاتا ہے۔ یا جیسے وہ غلام جو کھانا کھا رہا ہو مگر اُس کے کان منتظر ہیں۔ کہ ابھی میرا آقا مجھے آواز دیتا ہے۔ اور مجھے حاضر ہونا پڑے گا ۔

یہ بھی خیال رہے۔ کہ رُوکھی سُوکھی روٹی کھالینا یا گاڑھے کپڑے پہننا ہی زہد نہیں۔ بلکہ زہد تو آرزوؤں کے کم کرنے کا نام ہے۔ اور اس بات کا کہ آدمی حلال کمائے اور خواہش نہ بڑھائے۔ حضرت ختم الرسلؐ کا ارشاد ہے۔ لَیْسَ الزُّھد

فی الدنیا یلبس الغلیظ و الخشن و اکل الخشب انما الزھد فی الدنیا قصر الامل۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو اور مجھے بیجا حرص و طمع سے بچائے۔ کیونکہ یہ بیماریاں آدمی کو قبل از وقت بوڑھا بنا دیتی ہیں۔ ارشاد النبیؐ ہے۔ یہرم ابن اٰدم و یشب منہ اثنان الحرص علی المال و الحرص علی العمر۔ طمع کہتے ہیں۔ جو چیز اپنے قبضے میں نہ ہو۔ اس کی خواہش کو اس مرض کا علاج بھی وہی ہے۔ جو حرص کے باب میں بیان ہوا۔ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے۔ کہ جو تھوڑے رزق پر راضی ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس سے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ انعام اپنے مولیٰ و محسن سے انسان کیا چاہتا ہے۔ کہ وہ حرص و طمع چھوڑ کر اپنے عملوں کے کم ہونے کے اندیشہ سے بچ جائے گا۔ جیسے اُس نے خدا کے لئے زیادہ مال چاہنا یا جو کچھ اُس کے قبضے میں نہیں۔ اُس کی خواہش چھوڑ دی۔ اور مالک کے دیئے ہوئے پر صابر و شاکر رہا۔ ویسے ہی خدا اُس سے معاملہ کرے گا۔ اور اُس کے تھوڑے سے عمل کو بہت قرار دے کر بخشدے گا۔ بلکہ جس چیز کی حرص یا طمع اُس نے محض للہ چھوڑی اللہ اُس کا بہترین بدلہ دے گا۔ حضرت خاتم النبیینؐ فرماتے ہیں۔ جو شخص بھوکا ہو۔ یا کسی چیز کا محتاج ہو۔ اور اُسے لوگوں سے چھپائے رکھے۔ خدا پر حق ہے کہ اُسے ایک سال حلال رزق دے۔ یہ تو جائز احتیاج کے بارے میں ہے۔ اگر غیر ضروری خواہشوں کو چھوڑے گا۔ تو کیا کچھ پائیگا؟

جتنا کسی کے پاس مال کم ہو۔ وہ اُس کی عاقبت کے لئے سُود مند ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔ کہ دو باتیں ابن آدم کو ناپسند ہیں۔ ایک موت حالانکہ موت فتنے سے مومن کے لئے اچھی ہے۔ دوم قلت مال کو بہت ناپسند کرتا ہے۔ مگر قِلَّتُ المَالِ اَقَلُّ لِلحِسَابِ۔ مال کی کمی ہوگی تو حساب بھی کم ہی دینا پڑے گا۔

پس جس کے دل میں بہت طمع اُٹھتی رہے اُسے چاہیئے۔ کہ جس چیز کی طمع پیدا ہوتی ہے۔ اُسی قسم کی یا اُس طرح کی نفع دینے والی چیز جو اُس کے قبضے میں موجود ہو۔ للہ صرف کردے۔ اور اِس طرح اپنے نفس کو سزا دے۔ اور اُسے صبر کی تعلیم دے۔ اگر مختلف چیزوں کی طمع ہو۔ تو طمع کا خیال گزرتے ہی چاہیئے۔ کہ جو کچھ حاجت سے زیادہ موجود ہو۔ وہ بھی صدقہ کردے۔ یا موجودہ محبوب اشیاء میں سے کوئی چیز خدا کے نام پر دیدے۔

ایک یہ علاج بھی ہے۔ کہ اپنے سے کمتر لوگوں کی زندگی پر نظر کرے اور شکر خدا بجالائے۔ اور دیکھے۔ کہ آخر وہ بھی انسان ہیں۔ جب وہ اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تو کیا میں نہیں بسر کر سکتا؟ پھر زیادہ حرص و طمع کرکے اگر مال بڑھا بھی لیگا۔ تو اس سے کیا خوشی حاصل ہوگی۔ چوری اور

تلف کا اندیشہ اُس کی جان ہلکان کرتا رہیگا ۔

اگر شکم سیری کی حرص کرتا ہے۔ تو کیا وہ کوئی بہت بڑا انسان ہو جائے گا۔ یہ صفت تو گدھے میں بھی ہے۔ اس سے کیا بڑھے گا۔ اگر کثرت جماع کی حرص ہے۔ تو یہ صفت سؤر میں ہے۔ اس سے سبقت نہیں لے جاسکتا ۔

حرص آدمی کو ذلیل کرتی ہے۔ کوئی حریص کوئی طامع انسان کبھی معزز و مکرم نہیں ہو سکتا۔ عزت و تکریم ہمیشہ اُسی کی ہے۔ جو قناعت گزین اور طمع سے بچنے والا ہو۔ اگر تم کوئی حرص نہیں رکھتے۔ تو بڑے بڑے اُمراء سے بے دھڑک بڑی جرأت کے ساتھ گفتگو کر سکتے ہو۔ اُن کی مجلس میں عزت کے مقام پر بیٹھ سکتے ہو۔ بلکہ وہ تمہاری تعظیم کو اُٹھینگے ۔

جن لوگوں نے حرص وطمع کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اُنہوں نے کچھ پروا نہیں کی۔ کیا تم نے اُس شخص کی حکایت نہیں پڑھی۔ جس کے حضور سکندر اعظم سا فاتح حاضر ہوا۔ اور اس سے کہا۔ کوئی خدمت تو وہ کہنے لگا۔ ہٹ کے کھڑے ہو۔ دھوپ لگنے دو۔ بادشاہوں تک کو دھتکار دینا۔ یہ قوت اگر پیدا ہو سکتی ہے۔ تو حرص وطمع کے کم کرنے سے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ عز المؤمن اِستغناءُہٗ عَنِ النَّاس۔ مومن کی عزت لوگوں سے بے پروائی پر ہے۔ حضرت ابوحازم رضؓ کے قول پر اگر غور کیا جائے۔ تو حرص وطمع سے بہت کچھ بچ سکتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ دُنیا میں دو قسم کی چیزیں ہیں۔ ایک تو میرے لئے وہ تو بہرحال میری ہے۔ کوئی اور اس پر قابض نہیں ہو سکتا۔ مگر قبل از وقت مجھے بھی مل نہیں سکتی۔ خواہ اس پر کتنا زور لگاؤں۔ حدیث نبویؐ ہے۔ اجملوا فی الطلب فانہ لیس لعبد الا ماکتب لہ ولن یذھب عبد من الدنیا حتّٰی یاتیہ ماکتب لہٗ من الدنیا وھی راغمۃ۔ جو چیز دوسرے کے لئے مقدر ہے۔ وہ کبھی میرے واسطے نہیں ہو سکتی۔ پس ان دونوں قسم کی چیزوں کے لئے اپنی جان کھپانے سے کیا فائدہ ۔

اگر تم کو کسی چیز کی حرص یا طمع پیدا ہوئی ہے۔ تو اس کے حصول کا یہ طریق نہیں کہ تم ایک سوزش سی دل میں لگالو۔ بلکہ اس آیت پر عمل کرو۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ جو تقویٰ اللہ اختیار کرے۔ اُس کے لئے ہر ایک کامیابی کی راہ پیدا ہو جائے گی۔ اور اُسے ایسی جگہ سے رزق دے گا۔ جو اُس کے وہم و خیال میں بھی نہ ہو ۔

بخل

بعض لوگ اپنے پر بھی نہیں خرچ کرتے۔ اور دوسروں پر خرچ کرنا اُن کو گراں گذرتا ہے۔ اور بعض صرف غیر کے لئے بخیل ہوتے ہیں ۔

اس مرض کو دُور کرنے کے لئے سب سے اول تو قرآن مجید میں **قارون** کا بیان پڑھنا چاہیئے۔ کہ اُس کا انجام کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔
وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰکَ اللّٰہُ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا وَ اَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ۔ یعنی اُسے بہت سمجھایا گیا۔ کہ جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے۔ اس سے آخرت کا گھر بنالے۔ اور خود بھی دُنیا سے بے نصیب نہ رہ۔ اور جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا۔ تو بھی احسان کر۔ پھر فرمایا۔ اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَھْلَکَ مِنْ قَبْلِہٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ ھُوَ اَشَدُّ مِنْہُ قُوَّۃً وَّ اَکْثَرُ جَمْعًا۔ کہ وہ نہیں جانتا۔ کہ اللہ نے اس سے پہلے کئی قوموں کو ہلاک کیا۔ جو اس سے قوت میں زیادہ سخت اور جتھے میں بہت زیادہ تھے :۔

مگر اس نے ان نصائح کی قدر نہیں کی۔ تو نتیجہ یہ نکلا۔ کہ فَخَسَفْنَا بِہٖ وَبِدَارِہِ الْاَرْضَ فَمَا کَانَ لَہٗ مِنْ فِئَۃٍ یَّنْصُرُوْنَہٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ۔ کہ اسے گھر سمیت غرق کردیا۔ اور کوئی گروہ اس کا مددگار اللہ کے مقابلہ میں نہ ہو سکا۔ اور نہ وہ خود بدلہ لے سکا۔ چار امر ثابت ہوئے :۔

اوّل[۱] تو یہ کہ مال سے آخرت کے لئے زادِ راہ بنانا چاہیئے۔ یہ مال جس کے لئے بخل کرتا ہے۔ فانی ہے۔ یہیں پڑا رہ جائیگا۔ قبر میں اس کے ساتھ نہیں جائیگا۔ ؎

جب سکندر جہاں سے گذرا
ہاتھ خالی کفن سے باہر تھا

دوم[۲]۔ جس نے اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ نہیں کیا۔ اُس نے دُنیا سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا۔ جو مال تم پیچھے چھوڑ جاؤ گے۔ وہ تمہارا نہیں۔ تمہارا وہی ہے۔ جو تم خدا کی راہ میں خرچ کردوگے۔ کیونکہ وہی تمہارے ساتھ جائیگا :۔

سوم[۳]۔ اس شکرانہ میں کہ اللہ نے تم پر احسان کیا ہے۔ ضروری ہے۔ کہ تو بھی خلق اللہ پر احسان کرے۔ اور یہ نہ کہے۔ کہ مینے اپنی طاقت سے کمایا :۔

چہارم[۴]۔ یہ کہ مال نہ تو عذاب الٰہی سے بچا سکتا ہے نہ موت سے اور نہ اس کے ذریعے سے اللہ سے انتقام لینے پر قادر ہے :۔

یہ کلمات حکمت ایک مومن کی ہدایت کے لئے کافی ہیں۔ اور ان کو پڑھ کر وہ بخل سے ایسا بھاگے گا۔ جیسے کمان سے تیر :۔

مگر میں چند آیاتِ قرآنی اور بھی لکھے دیتا ہوں۔ کہ شاید موجب ہدایت ہوں۔ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ نِ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ۔ اللہ دوست نہیں رکھتا۔ ہر ایک اترانیوالے شیخی باز کو جو بخل کرتے۔ اور دوسرے لوگوں کو

بھی بخل کی تحریک کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ کہ ہم نے ایسے کافران نعمت کے لئے ذلّت دینے والا عذاب تیار کیا ہے؛

گویا بخیل کبھی اللہ کا محبوب نہیں ہو سکتا۔ جو اللہ کا محبوب نہیں۔ وہ دنیا و آخرت میں سکھ سے محروم رہیگا۔ اور یہ کہ بخیل اسی دُنیا میں ذلیل ہوتا ہے۔

۲۔ خُذُوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ

پکڑو اور اُسے طوق ڈالو۔ پھر جہنم کی آگ میں جھونک دو۔ ایسی زنجیر میں جکڑو جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے۔ یہ سزا کیوں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا۔ اور اس کا ثبوت ہے۔ کہ وہ مسکین کا طعام خود دینا درکنار کسی کو بھی تحریک نہیں کرتا۔ پس یہاں اس کے لئے کوئی غمخوار نہیں۔ اور زخموں کے دھوون کے سوا کوئی کھانا نہیں؛

وہی ستر سال عمر جو بخل میں بسر کی۔ زنجیر کی ستر کڑیاں بنینگی۔ اگر اُس کا اللہ پر ایمان ہوتا۔ تو مال کیوں جمع رکھتا۔ جسے یہ یقین ہو۔ کہ میرا مولیٰ ہے۔ اور وہی دینے والا ہے۔ وہ مال سے بخل نہیں کرتا۔ مال کو اگر روکتا ہے۔ کہ لوگ دولتمند سمجھکر میری دوستی کا دم بھرتے رہیں۔ اور خود مجھے عمدہ عمدہ کھانے ملتے رہیں۔ تو وہ یاد رکھے۔ کہ ایک دن آتا ہے۔ اُس کا کوئی غمخوار نہ رہیگا۔ اُسے کوئی کھانا نہ ملیگا۔ ممکن ہے۔ اِسی دُنیا میں ایسا مرض ہو۔ کہ حلق سے کوئی نوالہ نہ گزرے۔ مگر آتشک وغیرہ کے زخموں کے باعث خون آلودہ ہو کر؛

یہ آیات مینے اِس لئے نقل کی ہیں۔ تا بخیل اپنے انجام سے باخبر ہو کر اپنی عادت بد کو بدل ڈالے۔ ممکن ہے۔ کہ ان آیات کی تلاوت سے خشیۃ اللہ اُس پر غالب ہو۔ اور وہ آئندہ کے لئے عہد کرلے۔ کہ وہ کبھی بخل نہیں کرے گا؛

بخل سے کسی بہتری کی اُمید رکھنا بالکل بیہودہ ہے۔ فرماتا ہے۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

جو لوگ اس چیز سے جو اللہ نے اپنے فضل سے اُن کو دیا ہے۔ بخل کرتے ہیں وہ نہ سمجھیں۔ کہ یہ طرز عمل اُن کے لئے بھلائی کا موجب ہے۔ بلکہ اُن کو دُکھ دینے والا ہے۔ جس چیز سے بخل کیا۔ وہی قیامت کے دن طوق کرکے ڈالی جائیگی؛

پس ! میں نہیں کہتا۔ بلکہ خدا فرماتا ہے۔ بخل چھوڑ دو۔ تمہارا بھلا ہوگا۔ اللہ نے وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فرماکر یہ بھی بتا دیا ہے۔ کہ بخل کسے کہتے ہیں۔ کیونکہ جو طریق بہتر ہے وہ یہ ہے۔ کہ اپنے ہاتھوں کو گردن ہی سے نہ باندھے رکھو۔ یہانتک کہ

معمولی برتنے کی چیزوں کے دینے سے مضائقہ کرنے لگو۔ اور نہ بالکل کھول دو۔ کہ سب کچھ لٹا کر ننگ بھوڑ ننگ ہو بیٹھو۔ بلکہ خرچ کرو۔ جو خطا کاری کی راہ میں نہ ہو۔ اور نہ تنگ دلی سے ہو۔ بلکہ اس کے بین بین ہو۔ اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذٰلک قواما کے شان نزول بن کر عباد الرحمٰن میں سے ہو جاؤ ؛

۱۔ بخل کے دور کرنے کے لئے "موت کو یاد رکھنا چاہیئے" اور اپنے ارد گرد ایسے مناظر پیدا پیدا کر لینے چاہئیں جن سے موت بہت یاد آتی رہے۔ تاکہ مال کی محبت کم ہو۔ اور اس میں سخاوت کا مادہ پیدا ہو۔ بہتر ہے۔ کہ ایسا شخص قبرستان میں اکثر جایا کرے۔ تا معلوم ہو۔ کہ انجام کار یہیں ٹھکانا ہے۔ پس میں جو جمع کروں گا۔ تو کس لئے ؛

۲۔ بخیلوں کے حالات پر غور کرے۔ کہ انہوں نے بخل کر کے اس دنیا میں کیا فائدہ اٹھایا۔ کیا وہ مال و اسباب اپنے ساتھ لے گئے۔ یا لوگ ان کو نیکی سے یاد کرتے ہیں ؛

۳۔ داد و دہش بہ تکلف کرے۔ تاکہ جود و سخا کی قوت غالب اور عادت کالطبیعۃ الثانیہ ہو جائے ؛

۴۔ اگر بہ تکلف کرنے کی ہمت پیدا نہ ہو۔ تو بہتر ہے۔ اپنے چند بے تکلف دوستوں سے کہے۔ کہ میرا کچھ مال میری خلاف مرضی بھی میرے سامنے خدا کے نام پر دیدیا کریں۔ کھانا ہمیشہ یا بر چند احباب کے ساتھ کھانے کی عادت ڈالے۔ اگر کھانے کے بارے میں کچھ بخل اپنی طبیعت محسوس کرے اور بہتر ہے۔ کہ ایسے بخیل اپنے گھر سے اپنا اپنا کھانا پہلے لے آیا کریں۔ اور پھر آہستہ آہستہ کم کر دیں۔ اسی طرح کپڑے کے بارے میں اگر بخل ہو۔ تو بنانے کے وقت ہمیشہ ضرورت سے زیادہ بنوائے اور وہ صدقہ کر دے ؛

۵۔ سخی لوگوں کی حکایات کی کتابیں بہت پڑھے۔ صاحبان جود و سخا کی صحبت میں بہت بیٹھے اللہ ضرور رحم کرے گا ؛

۶۔ استغفار بہت کرے۔ تاکہ شیطانی تصرف جو یعدکم الفقر کا مورد ہے۔ بچ جائے۔ اور اس میں ایک قوت اس عادت بد کے مقابلہ کی پیدا ہو ؛

۷۔ اس مثال پر غور کرے۔ کہ جو پانی ایک جگہ بند رہے۔ وہی گندہ ہوتا ہے۔ سڑ جاتا ہے۔ اور کسی کام کا نہیں رہتا۔ مگر جو پانی بہتا ہے۔ وہ ختم نہیں ہوتا۔ اور ہمیشہ تر و تازہ رہتا ہے ؛

۸۔ جو چیز کسی کو دینی گراں معلوم ہو۔ وہی چیز ضرور خدا کی راہ میں خرچ کر دے۔ اور اس بات سے نہ ڈرے۔ کہ میں مفلس قلاش ہو جاؤنگا۔ بلکہ قوت بازو سے اور کمائے۔ اور اسی طرح لٹائے۔ حتٰی کہ یہ عادت رذیلہ جاتی رہے ؛

۹۔ بعض لوگوں سے یہ مرض یوں دور ہوئی ہے۔ کہ اپنا روپیہ کسی اور کے سپرد کر دیں۔ اور وہ خرچ کرے ؛

حرام

اللہ تعالیٰ نے رُسل کو خطاب فرمایا۔

یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات و اعملوا صالحاً۔ اور پھر یہی حکم مومنوں کو دیا۔ کہ یا ایھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبات ما رزقنکم و اعملوا صالحاً۔ جنت میں لے جانیوالے عمل صالح ہیں۔ اور ان کو توفیق رزق حلال سے پیدا ہوتی ہے ؂

پس مومن کے لئے بہت ضروری ہے۔ کہ وہ رزق حلال پیدا کرے۔ اور رزق حلال کھائے ؂

یہ رسالہ اس خصوص میں نہیں لکھا گیا۔ کہ بتایا جائے۔ حرام کیا کیا چیز ہے۔ بلکہ اس میں تو مجھے یہ بتانا ہے۔ کہ حرام خوری کی عادت کس طرح چھوڑی جا سکتی ہے۔ تاہم چند باتیں لکھتا ہوں۔

بعض چیزیں تو ایسی ہیں۔ کہ اُن کی حرمت تمام مُسلمانوں میں تسلیم کی جاتی ہے۔ مثلاً سؤر، شراب اور بعض ایسی کہ وہ فی نفسہٖ حلال ہیں مگر اُن کو لینے والا اپنے لئے حرام بنا لیتا ہے۔ مثلاً تاجر اپنے مال میں کھوٹ ملا کر بیچتا ہے۔ اور اپنے گاہکوں کو دھوکہ دیتا ہے۔ ملازم اپنی ملازمت کے فرائض کو بخوبی سر انجام نہیں دیتا۔ اور تنخواہ برابر لیتا ہے۔ وغیرہ ذالک۔ کچھ حرام ایسے بھی ہیں۔ کہ اگرچہ اُن کے حرام ہونے کا ذکر کتب شریعت میں ہے۔ مگر رسم و رواج کے لحاظ سے اُنہیں حرام نہیں سمجھا جاتا مثلاً بعض لوگ غیر اللہ کی نذریں بہ نیت ثواب و تقرب دیتے ہیں۔ اور انہیں بہت پاکیزہ سمجھتے ہیں۔ یا بعض علاقوں میں مال مویشی کی چوری ہوتی ہے۔ یا ڈاکے ڈالے جاتے ہیں۔ مگر وہ چوری کرنے والے یا ڈاکو اسے عرب کے بعض بدوؤں کی طرح اپنا پیشہ قرار دیتے اور اپنے لئے حلال طیب سمجھتے ہیں۔ ان سب مرضوں کا علاج ایک تو یہ ہے۔ کہ روزہ رکھے تا اس میں رُوحانیت پیدا ہو۔ اور وہ سمجھے۔ کہ جب مَیں حلال چیز سے اللہ کے لئے رُک سکتا ہوں۔ تو حرام سے کیوں نہ رُکوں ؂

۲- مفصلہ ذیل رُباعی کو سوچے۔ ؎

ترا یزداں ہمی گوید کہ در دُنیا مخواہ بادہ
ترا ترسا ہمی گوید کہ در صفرا مخواہ بادہ
ز بہر دیں تو نگذاری حرام از حرمتِ یزداں
ولیک از بہر تن مانی حلال از گفتۂ ترسا

خدا جس چیز کو حرام فرماتا ہے۔ اُس سے تو تو رُکتا نہیں۔ مگر ایک کافر تجھے کہتا ہے۔ کہ صفرا میں فلاں حلال شئے کا استعمال نہ کر تو رُک جاتا ہے۔ دین میں تو حرام نہیں چھوڑتا جس میں تیرے رُوح کا بھلا ہے۔ اور جسم کی بھلائی کے لئے ایک کافر کا کہنا مان لیتا ہے۔ واقعہ میں یہ امر قابلِ غور ہے ؂

۳- رزق اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ نحن قسمنا بینھم معیشتھم۔ ہم نے ان میں رزق تقسیم کیا

ہے۔ پس جو شخص اپنے رزق کا دارو مدار حرام پر سمجھتا ہے۔ وہ ایک شرک میں مبتلا ہے۔ اور مومن مشرک نہیں ہوتا۔ پس حرامخوری سے توبہ کرلے ؛

۴۔ ایک چوہڑے سانسی کا چھرا حلال وحرام دونوں پر چلتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک مومن مسلمان کا ہاتھ بھی دو طرفہ یکساں چلے۔ تو وہ اپنی قیمت کا اندازہ خود ہی کرلے۔ کہ چوہڑے کے چھرے سے بھی بدتر ہے۔ تعجب ہے۔ کہ کتے کو مردار خوار دیکھکر نفرت کرتا ہے۔ مگر اپنی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ میرا طرز کیا ہے ؛

۵۔ اگر کسی کو چوری کی عادت ہے۔ تو بہتر ہے۔ وہی مال اس مالک کے پاس پہنچائے اور اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کرے ؛

۶۔ سچ بولنے کی عادت ڈالے۔ کہ اس طرح بھی یہ مرض جاتا رہتا ہے ؛

۷۔ اَللّٰھُمَّ اَکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ۔ بہت پڑھا کرے ؛

۸۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ اس شخص کی دعا کیا قبول ہو۔ جس کا ملبس ماکل حرام ہو۔ اور وہ زبان سے یارب یارب کررہا ہو۔ پس ڈرے۔ خوف کھائے۔ کہ میں دعاؤں کی قبولیت سے محروم ہوں۔ جو تمام کامیابیوں کی کلید اور سارے سکھوں کی اصل الاصول ہیں ؛

۹۔ جس مالِ حرام کی خواہش دل میں پیدا ہو۔ اسی قسم کا جو مال حلال اپنے پاس رکھتا ہو۔ اُسے صدقہ کردے ؛

یا یوں کرے۔ کہ مثلاً کسی طعام حرام یا بذریعہ حرام حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ تو چاہیئے۔ کہ اپنے گھر کے حلال کھانے کو بھی پڑے رکھے۔ یہانتک کہ اُس میں ضعف پیدا ہو۔ اور وہ محض بہ نیت طاقت لعبادۃ اللہ اسے کھائے۔ اور اس طرح پر اپنے نفس کی تادیب کرے ؛

۱۰۔ اپنے مال کی ایک فہرست بنائے۔ اور جو کچھ اس کے پاس آئے وجہ حصول بھی ساتھ لکھتا جائے۔ اگر ممکن ہو۔ تو چند بزرگوں کے سامنے پیش کرکے دستخط کرالیا کرے۔ اور پھر اس کو پڑھے۔ اور غور کرے۔ (ناخواندہ اپنے نفس کا محاسبہ کرسکتا ہے۔)

یہ بھی خیال رکھے۔ کہ حلال میں برکت و نفع ہے یا حرام میں۔ اور پھر اپنے نفس کو ملامت کرے ؛

غیبت

کسی کے ایسی واقعی عیب کا ذکر کسی دوسرے کے پاس کرنا جس کا ذکر اُسے ناگوار ہو۔ غیبت کہلاتا ہے۔ اور اگر وہ عیب اُس میں نہ ہو۔ تو یہ بہتان ہے ؛

غیبت کے بارے میں ارشاد نبوی ہے۔ کہ وہ زنا سے بھی بدتر ہے۔ اور یہ گناہ بے لذت ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ غیبت کرنیوالے کے کان میں سیسہ گرم کرکے ڈالا جائیگا ؛

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ۔ کیا تم سے کوئی پسند کرتا ہے۔ کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھاوے۔ اس کی کراہت تو تمہارے لئے ثابت ہے۔ پس اللہ سے ڈرو۔ گویا غیبت کرنی ایسی ہے۔ جیسی مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ یہ گوشت بوجہ کثافت نظر آتا ہے۔ اور وہ صرف رُوحانی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں۔ جس کی غیبت کی جائے بوجہ افسوس کے اس کا گوشت کم ہوجاتا ہے۔ جو اسی غیبت کرنیوالے نے کھایا۔ مگر مُردار خوری سے سوائے اسکے کہ رُوح تاریک ہو۔ اور کوئی نفع نہیں پہنچتا۔

اگر مردار خوری سے تمہاری طبیعت نفرت کرتی ہے۔ تو غیبت سے بطریق اولیٰ نفرت کرنی چاہیئے۔

بدظنّی سے بچو۔ کہ یہ غیبت کی سیڑھی ہے۔ کسی پر بدظنّی کرکے تم کوئی نفع حاصل نہیں کرسکتے۔ اگر کوئی فی الواقع اچھا ہے۔ اور تم اُسے بُرا سمجھتے ہو۔ تو تم بدظنّی کرکے ناحق گناہ کے مرتکب ہورہے ہو۔ اور اگر وہ بُرا ہے۔ تو تمہاری بدظنّی سے تمکو کیا ملجائیگا۔

تجسّس نہ کرو۔ کسی کی عیب جینی و عیب بینی کی فکر لگا لینی خواہ مخواہ اپنے تئیں مصیبت میں ڈال لینا ہے۔ اور اس سے کوئی بہتر نتیجہ تمہارے حق میں نہیں نکل سکتا۔ پس بیٹھے بٹھائے ایک روگ لگا لینے سے کیا فائدہ۔ پس جو غیبت سے بچنا چاہتا ہے۔ وہ بدظنّی اور تجسّس کا خوگر ہونے سے بچے۔

اپنے عیوب کا مطالعہ بہت کرتا رہے۔ ہر روز اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ جب کسی کا عیب بیان کرنے لگے۔ پہلے سوچ لے۔ کیا میں عیب سے پاک ہوں۔ اگر نہیں تو اپنے نفس کو ملامت کرے۔

جو شخص اپنی اصلاح کی فکر میں رہتا ہے۔ دوسرے کے عیبوں سے سروکار نہیں رکھتا۔ وہ کبھی غیبت میں گرفتار نہ ہوگا۔

اگر تمہاری کوئی غیبت کررہا ہو۔ تو کیا تمہیں بھلی معلوم ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر تم کسی کی غیبت کیوں کرو۔ اس خیال کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔

اس مرض کا گرفتار خموشی کی عادت ڈالے۔ اور سوائے ضروری بات کے گفتگو نہ کرے۔ شرم کرے۔ کہ اتنا بڑا انسان ہوکر میں چار انچ کی زبان کو جس کے قابو کرنے کے لئے بتیس ۳۲ دانتوں کا پہرہ ہے۔ قابو میں نہیں رکھ سکتا۔

غیبت کا جھوٹ چھوڑنے کے واسطے یہ بھی عمدہ تجویز ہے۔ کہ جس شخص کی غیبت کرے اُسی کے سامنے اُس کی باتوں کا اعادہ کیا جائے۔ کہ آپ کے بارے میں یُوں فرماتے ہیں۔ آپکی کیا رائے ہے مگر یہ احتیاط رہے۔ کہ کوئی فساد نہ ہوجائے۔ اِس طرح پر بیٹے دیکھا ہے۔ کہ بعض لوگوں کی عادت غیبت کرنے کی جاتی رہی۔ یعنی جو غیبت کرنیکا عادی ہو۔ اُسی کے سامنے اُس شخص کو بتادے کہ آپکے بارے

میں یہ حضرت یوں کہتے تھے۔ اس طرح پر شرمسار ہو کر غیبت چھوڑ دیتا ہے۔ یا کم از کم پھر اس شخص کے سامنے تو پھر کبھی ایسا ذکر نہ کریگا ؛

جہاں کسی کی غیبت کوئی کرنے لگے۔ اُس مجلس سے فوراً کسی حیلے سے اُٹھ کھڑا ہو۔ اِس طرح غیبت سُننے کے عیب سے محفوظ رہیگا۔ بلکہ غیبت کرنے والا بھی نادم ہوگا ؛

اگر غیبت کسی کے کینہ و غضب کی وجہ سے کرتا ہے۔ تو سمجھے کہ مَیں تو اسکی غیبت کر کے اسکا کچھ بگاڑ نہیں سکتا لیکن خدا کا غضب جو غیبت کی پاداش میں نازل ہوگا۔ وہ میرا ضرور کچھ بگاڑ دیگا ؛

اگر صرف ہاں میں ہاں ملانیکا عادی ہو۔ تو سوچے کہ ہاں میں ہاں ملا کر دوست کو خوش کر لیا۔ مگر خدا کے ہاں کیا جواب دونگا۔ مخلوق کی رضامندی خدا کی ناراضی کے مقابل میں کس کام کی ؛

اگر پیش بندی سے اپنی برأت کے لئے ایسا کرتا ہے۔ تو جان رکھے۔ کہ لوگوں کو دھوکہ دیا۔ تو کیا خدا بھی اس کے دھوکہ میں آجائیگا۔ لوگوں کی زبان بندی چند روز کے لئے کر لے۔ مگر خدا کی بطش سے تو نہیں چھوٹ سکتا۔ پھر یہ امر بھی وہمی ہے۔ کہ کسی کا عیب بیان کرنے سے وہ خود اس عیب سے بری ثابت ہوگا۔ اگر تمہارے سر میں درد ہے۔ تو اسکا یہ علاج نہیں۔ کہ تم دوسرے کا سر بھی پھوڑ دو ؛

اگر فخر و مباہات کے خیال سے غیبت کا مرتکب ہے۔ یعنی کسی کی بُرائی بیان کر کے اپنی افضلیت ثابت کرنا چاہتا ہے۔ تو یہ بھی فضول ہے۔ غیبت کرنے سے خدا کے نزدیک جو اس کا مرتبہ تھا۔ وہ گیا۔ اَب مخلوق کی واہ واہ سے اپنے نفس کو دھوکہ میں ڈالنے کا کیا نتیجہ۔ پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے۔ کہ یہ واہ واہ دائمی ہے۔ بلکہ ایسے شخص نے آخرت بھی گنوائی۔ اور دُنیا بھی ؛

اگر دل لگی۔ اور وقت بسر کرنے کے خیال سے ایسا کرتا ہے۔ تو تف ہے اس عقل پر۔ کیا تفریح طبع کے لئے اور کوئی طریق نہیں۔ جو مثمر برکات ہو۔ وہ خوش طبعی جو ہزار ہا نیکیوں کی گنوانیوالی ہو۔ اسپر لعنت۔ ایک شخص کو رسوا کرکے اور اس کی تحقیر کرکے تم چند منٹ کے لئے خوش ہونا چاہتے ہو۔ یہ عاقبت اندیشی سے بہت بعید بات ہے۔ کیا تم پسند کرتے ہو۔ کہ جس کی تم غیبت کرکے تھوڑی دیر کیلئے خوش ہو لیتے ہو۔ وہ تمہیں قیامت کے دن رسوا و ذلیل دیکھے۔ اپنے تئیں مصروفیت اور فرائض کے ادا کرنے میں ایسا منہمک رکھو۔ کہ نہ تم کو کسی کا گلہ سُننے کا وقت ملے۔ نہ کسی کی غیبت کرنیکا ؛

جب کسی شخص کی غیبت کا خیال دل میں اُٹھے۔ تو اپنے نفس کو روکے۔ اور اس کی بہتری و بہبودی اور اس عیب کے رفع کے لئے اُسکے حق میں بہت بہت دُعا کرے۔ اور اپنے نفس پر جبر کر کے دُعاؤں میں لگے۔ اور بہ تکلف اِس فرض میں لگجائے۔ کہ اسمیں اسکی بھلائی ہے۔ اور دُعا میں اِسقدر مبالغہ کرے۔ کہ گویا اسپر کوئی سخت مصیبت بنگئی ہے۔

اگر کسی شخص کی غیبت کر چکا ہے۔ تو چاہیئے۔ کہ اُس کی خدمت میں عذر خواہی کے لئے حاضر ہو۔ اور خلوت میں اس سے اپنے قصور کا اعتراف کرے۔ اور اس سے معافی اور دُعا کی درخواست کرے۔ چونکہ نفس کو اظہار غیبت بہت گراں گزرتی ہے۔ اِس لئے اُمید ہے۔ کہ وہ عیب چینی اور غیبت سے باز آجائیگا؛

جھوٹ

کسی امر کو خلاف واقعہ بیان کرنا جھوٹ ہے۔ جھوٹ کو اللہ تعالیٰ نے بُت پرستی کے برابر قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ بُت پرستی کی گندگی سے بچو اور جھوٹ کہنے سے بھی کنارہ کش رہو۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جیسے بُت پرست اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتا ہے۔ اسی طرح جو شخص جھوٹ بولتا ہے۔ گویا وہ بھی اس چیز کو جس کے لئے وہ جھوٹ بولتا ہے۔ خدا کے برابر قرار دیتا ہے۔ اگر اس کو یقین ہو۔ کہ نفع و ضرر خدا کے اختیار میں ہے۔ تو وہ کسی دوسرے کے خوف اور اُمید پر جھوٹ کیوں بولے؛

بلکہ فرمایا۔ کہ جھوٹے کا خدا پر ایمان نہیں ہوتا ہے۔ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ ۔ جھوٹ وہ بنایا کرتے ہیں۔ جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے۔ احادیث میں بھی اِسکے متعلق بہت وعید ہے۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے ایاکم والکذب فانہ من الفجور۔ جھوٹ سے بچو کہ یہ بدکاری ہے۔ پھر فرمایا۔ الکذب ینقص الرزق۔ جھوٹ سے رزق میں کمی آتی ہے۔ تعجّب ہے کہ جھوٹ بولتا ہے۔ رزق بڑھانے کے لئے۔ مگر رسولؐ فرماتا ہے۔ جھوٹے کے رزق میں کبھی زیادتی نہ ہوگی۔ بلکہ کمی اور بے برکتی ہوگی؛

پس جھوٹ سے جو بچنا چاہتا ہے۔ وہ اُن وعیدوں کو یاد کرے۔ جو کلام اللہ اور کلام نبویؐ میں پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی۔ یعنی جھوٹا خدا کی رحمت سے دُور ہے۔ اور فرمایا۔ کہ ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب۔ کہ خدا بامُراد نہیں کرتا اُسے جو خطاکار اور جھوٹا ہو؛

جھوٹ سے یہانتک منع کیا ہے۔ کہ فرمایا ویلٌ للّذی یحدث فیکذب لیضحک بہ القوم ویل لہ ویل لہ تباہی ہے۔ اُسکے لئے جو بات کرے۔ اور جھوٹ بولے اِس خیال سے کہ لوگ ہنسینگے تباہی ہے۔ ہلاکت ہے ایسے شخص کے لئے؛

۲۔ جسے جھوٹ بولنے کی عادت ہو۔ وہ اکثر خاموشی کی عادت ڈالے۔ اور جب بولے سچ بولے۔ اور اپنے نفس کی اصلاح کیواسطے مجالس میں ضرور

جائے۔ مگر کلام نہ کرے ؛

۳۔ اگر جھوٹ بولنے کا دل میں خیال آئے۔ تو نفس کے ارادہ کیخلاف زبان پر سچ لائے ؛

۴۔ سوچے کہ جھوٹ بولکر اسوقت کسی نقصان سے بچ گیا مگر خدا کے عذاب سے بچ سکتا ہوں ؟ ؛

۵۔ ایک جھوٹ بولنے کے لئے کئی جھوٹ اَور بولنے پڑتے ہیں ؛

۶۔ جھوٹے آدمی کا کبھی اعتبار نہیں ہوتا۔ اسلئے جھوٹ سوسائیٹی میں ذلیل ہوتا ہے ؛

۷۔ استغفار بہت کرے۔ اور یہ دُعا پڑھا کرے۔ اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَفَرْجِیْ مِنَ الزِّنَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ۔ یا اللہ میرا دل نفاق سے اور عصمت زنا سے اور زبان جھوٹ سے پاک رکھ ؛

۸۔ صحبت صادقین میں بہت بیٹھے۔ اور اُن سے دُعا کی درخواست کرے ؛

۹۔ راستبازوں کے حالات کتب سِیَر میں پڑھے۔ اور دیکھے۔ کہ صدق نے اُن کو کیا کیا نفع پہنچایا۔ اسی طرح جن لوگوں کی عادت جھوٹ کی تھی۔ اُن کے انجام کو دیکھے۔ کیسا بُرا ہوا۔ وہ دُنیا میں بھی ناکام رہے۔ اور آخرت میں تو عذاب ہے ہی ؛

۱۰۔ نفس کو نادم کرنیکے لئے اپنے جھوٹ کا اقرار کرے۔ تو یہ طریق بھی اکثر دفعہ نافع دیکھا گیا ہے ؛

۱۱۔ مالِ دُنیا کو فانی سمجھے جس کے حصول کے لئے اُسے جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ اور یقین رکھے۔ اگر میں خدا کے لئے سچ بولونگا۔ تو اللہ اس نقصان کا بہترین معاوضہ دیگا۔ جو سچ بولنے سے بظاہر مجھے نظر آرہا ہے ؛

۱۲۔ جسے جھوٹ کی عادت ہے۔ اُسکے احباب کو چاہیئے۔ کہ مجلس میں ہی بعض وقت اُس کا جھوٹ کھول کر اُسے نادم کر دیں۔ اور یہ بہ ارادۂ تحقیر نہیں بلکہ بہ نیّت اصلاح ہو ؛

حسد

کسی کے پاس نعمت یا کسی کی ترقی و خوشحالی دیکھکر خواہ مخواہ جلتے رہنا اور یہ آرزو کرنا کہ اسکے پاس نہ رہے۔ حسد ہے ؛

۱۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔ کہ اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ۔ کیا وہ لوگوں پر ان چیزوں کا حسد کرتے ہیں۔ جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دے رکھی ہیں۔ اِس میں یہ سمجھایا۔ کہ خدا جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ پس حسد کرنا ایک فضول بات ہے ؛

۲۔ اگر حسد کرنے سے کسی کے مال وجاہ میں کمی آجاتی ہے۔ تو بیشک کرو۔ اگر نہیں تو پھر مفت میں روگ لگا لینے کا فائدہ ؛

۳۔ حسد چونکہ حرص مال سے پیدا ہوتا ہے۔ اِس لئے جو علاج حرص کے مرض کے لکھے گئے ہیں۔ اُن پر کاربند ہو ؛

۴- اپنے نفس کے خلاف حاسد کے حق میں بہت بہت دُعا کرے اور پکار پکار کے بتکلف کہے۔ کہ الٰہی اس کے مال و جاہ میں برکت و ترقی دے۔ انشاء اللہ ایک وقت آجائیگا۔ کہ اُس کا دل اُس کی زبان سے موافقت کرلے ⁂

۵- اِس حدیث کے مضمون پر غور کرے۔ کہ اَلْحَسَدُ یَأْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَأْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ جیسے آگ لکڑی کو۔ دِل کا جلنا ایک سزا ہے۔ پھر محنت سے کی ہوئی نیکیوں کا جل جانا مزید برآں ⁂

(ب) حاسد کے لئے قیامت میں عذاب ہے۔ فرشتوں سے بغض و لعنت اور خلق سے غم و غصہ اور مجلس میں ذلّت۔ پس مبارک وہی ہے جو حسد سے بچے ⁂

۶- برادرانِ یوسفؑ نے حسد سے کیا فائدہ اُٹھایا۔ اُنھوں نے اپنی طرف سے اُسے اندھے کنوئیں میں گرایا مگر خدا نے اپنے فضل سے یُوسف علیہ السلام کو اُٹھایا۔ وُہی بھائی جو مارنے کے درپے تھے۔ غلّہ لینے کیلئے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ منّت سماجت کی۔ آخر معافی مانگنی پڑی ⁂

۷- دعوٰی تو مومن ہونے کا ہے مگر کرتُوت کافروں کی۔ اِس بات کو خوب سوچ کر اپنے دِل پر خشیۃ اللہ غالب کرے ⁂

اِنْ تَمْسَسْکُمْ حَسَنَۃٌ تَسُؤْھُمْ وَاِنْ تُصِبْکُمْ سَیِّئَۃٌ یَّفْرَحُوْا بِھَا۔ اگر تمہیں سُکھ پہنچے تو ان کو بُرا لگتا ہے۔ اور اگر تمہیں دُکھ پہنچے۔ تو خوشی۔ یہ عادت کفّار کی ہے۔ پس مومن میں کیوں ہو ⁂

۸- قابیل نے ہابیل پر حسد کیا۔ اُس کو قتل کیا۔ مگر پھر اپنے فعل پر سخت نادم ہوُا۔ حسد کر کے کیا لیا۔ نہ تو خدا کے حضور کوئی درجہ ملا۔ نہ مخلوق میں کچھ عزّت ہوئی۔ بلکہ اپنا بازو توڑا ⁂

۹- جب یہ امر ثابت ہے۔ کہ جو کچھ تیری قسمت میں ہے۔ وہ تیرے پاس ضرور آنیوالا ہے۔ اور جو تیری قسمت کا نہیں۔ وہ کبھی تیرے پاس نہیں آئیگا۔ پس حسد کا روگ لگانے کا کیا فائدہ ⁂

۱۰- اِن اسباب کو دُور کرے۔ جن سے حسد پیدا ہوتا ہے۔ جو ایک بزرگ نے سات لکھے ہیں:-

(۱) عداوت (۲) برابر والے کی عزّت کا ناگوار گزرنا (۳) دوسرے کی حقارت (۴) اپنا مطلب فوت ہوجانیکا خوف (۵) محبّت ریاست (۶) بخل نفس (۷) تکبّر ⁂

۱۱- جسکا حسد کیا ہے۔ اُس سے مُعافی مانگے۔ اور اُسکی تعریف میں کوشش کرے ⁂

تکبّر

یہی سب سے پہلا گناہ ہے۔ جو ابلیس نے کیا۔

اور ابلیس کا انجام سب کو معلوم ہے۔ سہ

تکبر عزازیل را خوار کرد ۞ بزندانِ لعنت گرفتار کرد

اس نے بڑا بننا چاہا۔ مگر خدا نے اسے لعنتی قرار دیا۔ اسی طرح جو تکبر کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے۔ وہ چاہتا ہے۔ کہ لوگوں میں معزز رہوں۔ مگر وہی لوگ اسے چشمِ حقارت سے دیکھتے ہیں۔ اور ایک وقت متکبر کی زندگی میں ایسا بھی آجاتا ہے۔ کہ جس کی تحقیر کرتا تھا۔ اُسی کے آگے منت سماجت سے گڑگڑانا پڑتا ہے۔ ایک بزرگ نے سچا واقعہ بیان کیا۔ کہ ایک معمار نے حقارت سے ایک مزدور کو طمانچہ مارا۔ اور وہ بیچارہ نوکری چھوڑ کر گھر چلا گیا۔ آخر خدا نے اُس پر فضل کیا۔ وہ مزدور بڑا دولتمند ہوگیا۔ اور وہی معمار اُس کی عمارت بنانے پر نوکر ہوا۔ اُسے وہ واقعہ یاد کر کے جو ندامت آتی ہوگی۔ اس سے وہ مرجانا بہتر سمجھتا ہوگا ۞

پس جسے تکبر کا مرض ہو۔ وہ ابلیس کا قصہ یاد کرے ۞

۲۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کیا پاک نصیحت کی۔ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ۔ زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ اللہ اترانیوالے شیخی خور کو پسند نہیں کرتا۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا۔ کہ تو زمین کو پھاڑ نہیں سکیگا۔ اور نہ پہاڑ کی برابر اُونچا ہو سکتا ہے۔ پس تکبر کرنا بہت ہی فضول ہے۔ متکبر کا انجام کیا ہے۔ فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ۔ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ اس میں رہنے والے متکبروں کا بہت بُرا انجام ہے۔ (ب) إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ۔ جو لوگ میرے بندوں سے تکبر کرتے ہیں۔ وہ جہنم میں ذلت سے داخل کئے جائیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ۔ جس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ پس ان وعیدوں کو یاد کر کے تکبر سے بچئے ۞

۲۔ الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي۔ احدیث قدسی ہے۔ پس متکبر اللہ تعالیٰ کی ہمسری کا دم بھرتا ہے۔ وہ ضرور ذلیل کیا جاتا ہے۔ فرعون نے أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ کہا۔ آخر مع اپنے لاؤ لشکر کے دریائے نیل میں غرق ہوا۔ نمرود نے أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ کہا۔ کہتے ہیں۔ ایک مچھر نے اُس کا کام تمام کیا۔ "پشہ کارش کفایت ساختہ" تمام ملائکہ مقربوں اور مسیح سا جلیل القدر نبی تو خدا کا بندہ ہونے سے انکاری نہیں۔ اور ایک ذلیل انسان خدا کے حضور متکبر ہو۔ اپنا اصل تو دیکھے۔

حضرت علیؓ کیا خوب فرماتے ہیں۔ کہ اِنسان کیا تکبّر کرسکتا ہے۔ جو ایک نجس چیز سے پَیدا ہُوا اور دو بار پیشاب کے رستے سے نکلا ؛

پس تکبّر کا علاج پہلا تو یہ ہے۔ کہ انسان اپنے اصل پر غور کرے کہ کیا تھا ؛

پھر متکبّر راستبازوں پر ایمان لانے سے محروم رہتا ہے۔ اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ نبی کو اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا کہنا کلمۂ حقارت ہے۔ اور اس کا نتیجہ وہی ہے۔ جو مکذّبین انبیاء شروع سے اب تک پاتے آئے ہیں۔ یعنی دُنیا میں ذلّت۔ ناکامی کی زندگی۔ اور آخرت میں عذاب النّار۔ متکبّر تکبّر کیوجہ سے تمام صداقتوں کا منکر ہو جاتا ہے۔ اور گناہ میں گرفتار رہتا ہے۔ وَاِذَا قِیْلَ لَہٗ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ بِالْاِثْمِ۔ یعنی جب اسے کہا جائے۔ خدا سے ڈر۔ تو غرور اسے گناہ پر کھینچ لاتا ہے ؛

۳۔ علم سے اگر تکبّر پَیدا ہوتا ہے۔ تو وہ علم نہیں۔ جہالت ہے۔ کیونکہ عالم کی صفت میں آیا ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓءُ۔ اللہ تعالیٰ کی خشیّت رکھنے والے عالم بندے ہیں ؛

۴۔ اگر اپنے عمل پر متکبّر ہے۔ تو یہ بھی اسی کی خرابی و ہلاکت کا سامان ہے۔ عبادت کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ اس میں تواضع و اِنکسار پَیدا ہوتا۔ بر خلاف اِس کے اگر متکبّر ہے۔ تو وہ عابد نہیں۔ بلکہ معبود بننے کی فکر میں ہے۔ عابد کو کیا خبر کہ مَرتے دم اس سے کوئی حرکت ایسی ہو جس سے ساری عبادت پر پانی پھر جائے۔ اور فاسق توبہ سے بَچ جائے۔ خدا تعالیٰ نکتہ گیر اور نکتہ نواز ہے۔ پس غرور کس بَرتے پر۔ اللہ تعالیٰ عابدوں کی صفت میں فرماتا ہے۔ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُھُمْ وَجِلَۃٌ۔ وہ دیتے ہیں۔ اَور دِل میں خوف ہوتا ہے۔ کہ قبول ہوتا ہے یا نہیں ؛

۵۔ کیا حسب و نسب کی وجہ سے تکبّر ہے۔ حالانکہ سب لوگ حضرت آدمؑ و مائی حوا کی اولاد ایک ہی طریق سے پَیدا ہوئے۔ اور ایک ہی قسم کے نطفے سے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے۔ کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزّز وُہ ہے۔ جو تم میں سے متّقی ہے۔ پس خدا کے نزدیک تو وہی عزّت والا ہے۔ جو تقوٰی اختیار کرے۔ یہ حسب و نسب پر تفاخر کس کام آیا۔ لطف یہ کہ دُنیا میں بھی حسب و نسب کسی کام نہیں۔ جب کوئی کام ہو۔ تو اُس کے متعلق اِستعداد و لیاقت کا سوال ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ تم قریشی یا سیّد یا مغل ہو۔ ہم نے بعض ایسے متکبّروں کی باتیں سُنی ہیں۔ جو اپنی لڑکیوں کا نکاح محض اِس لئے نہیں کرتے تھے۔ کہ ہمارے

برابر کا کوئی نہیں۔ آخر اُن کی لڑکیاں خود بخود چماروں کے پاس چلی گئیں۔ قرآن مجید میں اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ اور اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا آیا ہے۔ اور دونوں جگہ سیّد کا خطاب کافر کے لئے آیا ہے۔ آدمی کی اپنی قابلیت کام آتی ہے۔ پدرم سلطان بود۔ اور استخواں فروشی شرم کا مقام ہے ؛

۶۔ کیا جمال کی وجہ سے تکبّر ہے۔

حسن و جمال ایک اعتباری امر ہے۔ جو چیز ہندوستان میں حسن خیال کی جاتی ہے۔ وہ دوسری ولایت میں عیب ہے۔ پھر حسن دیرپا نہیں۔ ہزاروں اچھی اچھی صورتیں خاک میں پنہاں ہو چکیں۔ اور کئی حسین بیماری میں گرفتار ہوئے۔ اور یک دم اُن کے چہرے بگڑ گئے۔ ایک عورت پر کسی کی نیّت بد ہوئی۔ اُس نے مسہل لے لیا۔ اور اپنے دست ایک برتن میں جمع کر رکھے۔ جب اس نے شکل بدلی دیکھی۔ تو کہا تیرا حسن اس برتن میں پڑا ہے ؛

۷۔ کیا مال کی وجہ سے استکبار ہے۔

مال تو ایک فانی چیز ہے۔ قرآن مجید میں ایک شخص کا بیان ہے۔ وہ اپنے دوست سے کہہ رہا تھا۔ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا۔ مَیں تجھ سے زیادہ مال رکھتا ہوں۔ اور میرا بڑا جتھا ہے۔ دوست نے کیا اچھا جواب دیا۔ فَعَسٰى رَبِّيْ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ عجب نہیں۔ کہ میرا مولیٰ تجھ سے بڑھ کر دیدے۔ آخر عذاب آیا۔ اور اُس کا مال و اسباب سب تباہ ہو گیا۔ اور وہ مفلس و قلاش رہ گیا۔ پھر پکارا يَا لَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْ اَحَدًا۔ مگر اُس وقت کا پکارنا کس کام آسکتا تھا۔ بنی اُمیّہ کا ایک وقت بڑا زور رہا۔ پھر بنی عباس بنی فاطمہ کا۔ غوریوں کا۔ خلجیوں کا۔ تیموریوں کا۔ سکھوں کا۔ مگر آخر یہ سب کہاں گئے۔ آخر فنا۔ آخر فنا۔ پس مال و دولت پر انسان تکبّر کرے۔ تو یہ اس کی کم ظرفی ہے۔ ایسے شخص کو تو بہت متواضع اور خائف رہنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسے شخص پر بہت ہی ذمہ واریاں ہیں ؛

۸۔ کیا اپنے جتھے و لشکر پر گھمنڈ ہے۔

فرعون کا لشکر عاد و ثمود کا جتھا ان کے کس کام آیا۔ اور جب عذاب الٰہی نازل ہوا۔ تو یہی مددگار اس کے عذاب کے موجب ہو گئے ؛

۹۔ تکبّر کے مریض کو اپنے نفس کا مطالعہ بہت کرتے رہنا چاہیئے۔ اور اپنے نقصوں کو بہت دیکھے۔ کہ اس کی ابتدا کیا ہے۔ اور انتہا کیا۔ قدرے مَیں بھی بتا دیتا ہوں۔ ابتدا کے لئے ارشاد باری ہے۔ الم يك نطفة من مني يمنى۔ اور اوسط کی کیفیّت ہے۔ کہ پیٹ میں غلاظت بھری ہے۔ دو بار تو اپنا پاخانہ خود صاف کرنا پڑتا ہے۔ پس بیوقوف ہے۔ اگر بھنگی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے۔

اور انتہا کیا خاکِ گور۔ ثم اماتہٗ فاقبرہٗ۔ قبر میں کیا حالت ہوتی ہے۔ اپنے سگے بھائی اور سچے دوست بھی اگر موت کے بعد دو چار دن جائیں۔ تو ناک پر کپڑا دیکر اُلٹے بھاگ آئیں۔ کیا اِس ہستی پر اسقدر ناز ہے:

۱۰۔ استغفار کرتا رہے اور نماز بہت پڑھے۔ کہ ظاہر کا اثر باطن پر بھی پڑتا ہے۔ اللہ نے فرمایا۔ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ:

۱۱۔ وہ شخص بھی کیسا احمق ہے۔ جو اپنی قوت پر تکبّر کرتا ہے۔ حالانکہ ایک مکھی اس سے کچھ چھین لے۔ تو اس سے واپس نہیں لے سکتا:

۱۲۔ جب تک اپنے ہمسر کی تعریف تجھ پر گراں گزرتی ہے۔ اپنے تئیں تکبّر کا مریض سمجھ۔ جب تک عام مجالس و محافل میں تُو برابر والوں کی تعظیم سچے دِل سے نہیں کرتا۔ تو تکبّر کا مریض ہے۔ جب تک تُو کسی فقیر کی دعوت قبول نہیں کرلیتا۔ تو متکبّر ہے۔ جب تک تُو سادہ خوراک سادہ لباس دِل سے پسند نہیں کرتا۔ اپنے تئیں متکبّر سمجھ:

۱۳۔ پہلے پہلے عُجب سے بچے۔ کہ اِسی سے تکبّر پیدا ہوتا ہے۔ عُجب کہتے ہیں۔ کسی نعمت یا کمال کو اپنی قابلیّت کا ثمرہ سمجھے۔ اور اسکے زوال کا خوف نہ ہو۔ اور اس پر اترائے:

۱۴۔ جس آدمی کی تحقیر دل میں آئے۔ اسی کے آگے عام مجلس میں غایت تذلّل کرے۔ مگر یہ بناوٹی نہ ہو۔ بلکہ ایسا سلوک کرے۔ جس سے لوگوں کو یقین ہو جائے۔ کہ اس کی حقیقی عزّت دِل میں ہے:

ریا

اللہ تعالیٰ نے ریا کرنے والے کی تباہی فرمائی ہے۔ ریا سے آدمی کی ساری نیکیاں اکارت جاتی ہیں:

ریا والے کی پہچان یہ ہے۔ کہ جب وہ اکیلا ہو۔ تو اس عمل میں سُست ہو۔ اور جب مجمع میں ہو۔ تو خوش۔ اور جب اس کی کوئی تعریف کرے۔ تو عمل زیادہ اور مذمّت کرے تو کم:

ریا کا مرض بھی عجیب عجیب طریقوں سے حملہ آور ہوتا ہے۔ ریاکار کو کبھی بدن کمزور کرنا پڑتا ہے۔ کہ لوگ مجھے عابد مرتاض جانیں۔ اور کبھی وضع قطع میں کچھ ایسی باتیں پیدا کرنی پڑتی ہیں۔ جن سے ثابت ہو۔ کہ یہ بڑا سادہ آدمی ہے۔ مثلاً پھٹے ہوئے کپڑے رکھنا۔ پگڑی اُلٹی سر پر رکھ لینا۔ کبھی قول میں نمود کرنا پڑتا ہے۔ یعنی ہر وقت زبان پر کلمات پند آمیز ہیں۔ گو اپنا عمل اس کے خلاف ہے۔ کسی عذاب کا ذکر کرتے ہیں۔ تو ساتھ ہی رونی آواز بنا لیتے ہیں۔ کبھی نماز کے قیام اور کوع و سجود میں غیر معمولی اہتمام ہے۔ جو تنہائی کے وقت نہیں ہوتا۔ کبھی یاروں اور ملاقاتیوں کے سامنے خاص احتیاط ہے۔ اور ان کے سامنے بعض ضروری

اُمور سے لاپرواہیں۔ تاکہ لوگ امیر یا مُتَبَتِّل اِلی اللہ خیال کریں ؎

اِن سب باتوں کی اصل محبّت مال و منال و شوق حصول جاہ و جلال ہے۔ اَور جاننا چاہیئے۔ کہ یہ چیزیں دائمی نہیں۔ اگر ریاء کے ذریعے حاصل بھی کرلیں۔ تو آخر ایک دن اِن سے جُدا ہوگا۔ اَور ربّ العالمین کے حضور ہوگا۔ جو اس کے دِلی خیالات کو جانتا ہے۔ کیسا بدنصیب ہے۔ وہ شخص جو خدا کی عطا کے بَدلے مخلوق کی واہ واہ کا شائق ہو۔ ریاکار کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مخلوق کے دِل بھی تو اُسی کے قبضۂ اقتدار میں ہیں۔ جس کی عبادت میں اخلاص چھوڑ کر ریاء سے کام لینا ہے ؎

پھر مذمّت کا خیال بھی ریا ڈالتا ہے۔ مثلاً کسی نے مسئلہ پُوچھا۔ آپکو معلوم تو ہے نہیں مگر عالم ہمہ داں کہلانے کا شوق ہے۔ اسلئے آپ کُچھ نہ کچھ اَلٹم غلّم کہہ دیتے ہیں۔ اَیسے شخص آخر ایک دن سخت ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اور اُن کی بڑی ذلّت ہوتی ہے ؎

ریاکار یقیناً جان لے۔ کہ جو اپنے نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ وہ دوسرے کو کیا نفع پہنچا سکتا ہے۔ پس مخلوق کے سامنے کیوں بامّید منفعت یا بہ خوفِ نقصان ریار کرے ؎

جِس کے دِل میں ریار کا مرض ہے۔ وہ سوائے فرض کے باقی نماز گھر اَدا کرے۔ فرض میں تو بہر حال تابع امام ہے۔ اگر خود امام ہی کے دِل میں ریاء ہے۔ تو میرے خیال میں بہتر ہے۔ کہ امامت ترک کردے۔ کیوں اتنی خلقت کا بار اپنے اُوپر لے کر خواہ مخواہ مُصیبت سہیڑتا ہے۔ اِسی طرح اَیسے شخص کو صَدقہ سرًّا دینا چاہیئے ؎

اگر عَین عبادت میں ریار کا خطرہ آوے۔ تو عزم سے اس خیال پر غالب آئے۔ اَور نفس کا خلاف کرے۔ جس عبادت یا عمل صالحہ میں ریاء پیدا ہو۔ اُسے تنہائی میں مکرّر کرے۔ اَور اِس معاملہ میں نفس پر سخت جبر کرے ؎

شیطان کو اپنا عَدُوٌّ مُّبِینٌ جانے۔ اور اس کے حملوں سے ماموں نہ ہو۔ بلکہ اپنی ساری قوّت سے اس کے مقابلہ میں تیار رہے۔ استغفار بہت کرے۔ اور خُدا سے دُعائیں مانگے۔ کہ میرے عمل میں اخلاص و صواب نصیب کر ؎

ہمارے امام سے کسی نے پُوچھا تھا۔ کہ آپکو بھی ریاء آتا ہے۔ تو فرمایا۔ اگر آپ کسی بوڑ میں نماز پڑھو۔ تو کبھی آپکو ریاء آیا ہے۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا۔ یہی ہمارا حال ہے۔ پس جب تک مخلوق کی وقعت دِل میں ہے۔ ریاکار ریائے سے رہائی حاصِل نہیں کرسکتا ؎

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

وصیتیں

۴۴۸۳ء:- منکہ سردار بیگم زوجہ شیخ فیض قادر قوم ککے زئی عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۵ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۵-۱۲-۱۹۳۵ کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:-

میری اِسوقت کوئی جائیداد نہیں۔ صرف حق مہر ہے جو کہ میرے خاوند کے ذمہ مبلغ پانصد روپے ہے۔ مَیں اس کے ۱/۸ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میرے مَرنے کے بعد کوئی اور جائیداد ثابت ہو گی۔ تو اُس کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱/۸ حصہ کی مالک ہو گی ؛

گواہ شد:- فیض قادر بقلم خود قادیان ؛

العبد:- سردار بیگم بقلم خود ؛

گواہ شد:- محمود احمد میڈیکل ہال قادیان سیکرٹری وصایا ؛

۴۴۹۸ء:- منکہ بخت بانو بیوہ مولوی نور احمد صاحب قوم ماٹسر عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱/۱۶ ۱۱ ساکن چکوال ضلع جہلم۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۶-۱-۳۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:-

اس وقت میری جائیداد صرف -/۲۰۰ روپیہ نقد ہے۔ اِس میں زیور اور مہر کی رقم شامل ہے۔ مَیں اس کا دسواں حصہ اپنی زندگی میں ہی ادا کر دوں گی۔ اور روپیہ داخل خزانہ کر کے صدر انجمن احمدیہ قادیان سے رسید حاصل کر لوں گی ؛

میری وفات پر کوئی اور جائیداد اِسکے سوا ثابت ہو۔ تو اُس کے دسویں حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی ؛

گواہ شد:- مولوی فتح علی امام مسجد احمدیہ چکوال ؛ العبد:- بخت بانو موصیہ نشان انگوٹھا ؛ گواہ شد:- گل گلستان احمدی ولد صوبیدار امن خاں ذات اوان بقلم خود ؛

۴۵۰۳ء:- منکہ نور بیگم زوجہ سلطان احمد قوم گوجر پیشہ کاشتکاری عمر تخمیناً ۴۴ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن کھاریاں ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲ر فروری ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:-

میرے پاس اِس وقت حسب ذیل جائیداد ہے۔ زیور چاندی سو تولہ قیمت -/۵۰ روپے مالیت ہے۔ اور حق مہر -/۳۲ روپے زیور طلائی ۲ تولے ۲ ماشے جس کی قیمت تقریباً -/۷۰ روپے ہے۔ اور نقد روپیہ جو میرے خاوند کے پاس بطور امانت ہے۔ -/۱۰۰ جو باپ کے ورثہ سے مجھے ملا تھا۔ اور -/۴۰۰ روپے میرے

بھائی کے ذمہ واجب الادا ہے۔ کل رقم جائیداد مذکورہ بالا ۔/۱۲۷ بنتی ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر اس کے سوا، میرے مرنے کے بعد مزید ثابت ہو۔ تو اُس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی ؛

گواہ شد: سلطان احمد بقلم خود سکنہ کھاریاں ؛ العبد: نور بیگم زوجہ سلطان احمد کھاریاں نشان انگوٹھا؛ گواہ شد: فضل الٰہی برادر موصیہ بقلم خود امیر جماعت احمدیہ کھاریاں ؛

کاتب محمد الدین نہال بقلم خود ؛

اپنے چہرہ کی خوبصورتی کے لئے

فیسرین رجسٹرڈ

جیسی معتبر اور جادو اثر دوا استعمال کرو۔ یہ لطیف کریم جلد کے موذی امراض کیل چھائیوں سیاہ دھبوں تلوں بدنما داغوں کھجلی وغیرہ کو کم سے کم عرصے میں نابود کر دیتی ہے خوبصورتی میں عمر بھر فرق نہیں آتا تعریفی خط از محترمہ بیگم مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے امیر جماعت احمدیہ (لاہور) "میرے خاندان میں متعدد بیبیوں نے فیسرین استعمال کی اور اسے مہاسوں چھائیوں وغیرہ کیلئے اکسیر پایا۔ جلد کو نرم رکھنے کیلئے بھی یہ نہایت مفید ہے"

قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ) محصول ڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ

فیسرین فارمیسی مکتسر فیروزپور پنجاب

احمدی خواتین سے خطاب

مصباح کی غرض و غایت یہ ہے۔ کہ احمدی لڑکیاں اور عورتیں اُردو زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی مشق کریں۔ اُن کی مذہبی معلومات میں اضافہ ہو۔ اور اس طرح جہاں جماعت کی خواتین کی تربیت اعلیٰ رنگ میں سرانجام پائے۔ وہاں وہ غیر احمدی اور غیر مسلم عورتوں میں تبلیغ کرنے کے قابل بھی بن جائیں ؛

سو آپ کا "مصباح" آپ سے مطالبہ کرتا ہے۔ کہ (۱) اس کی خریداری قبول فرمائیں (۲) اگر کسی وقت آپ خریدار تھیں۔ اور آپ کے ذمہ مصباح کا بقایا ہے۔ تو آج جبکہ مصباح مقروض ہے۔ مصباح کا قرضہ ادا کر کے عمل کو مشکور فرمائیں۔ (۳) اگر اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے۔ تو غیر احمدی اور غیر مسلم خواتین کے نام اپنی طرف سے مصباح جاری کروا دیں۔ (۴) مصباح کے لئے مضامین لکھ کر جہاں غور و فکر اور مطالعہ کے ذریعہ جنکے بغیر مضمون نگاری ناممکن ہے اپنے علم میں اضافہ کریں۔ وہاں دوسری خواتین کو بھی اپنے علم سے مستفید فرمائیں ؛

وی پی مصباح کے آتے ہیں؟

تمام بقایا داران جن کی طرف سے ۱۹۳۵ء کا چندہ تاحال وصول نہیں ہوا۔ اور تمام خریداران جنہوں نے ۱۹۳۶ء کا چندہ مصباح تاحال نہیں بھیجا۔ مہربانی فرما کر چندہ بھیجنے کی ارادہ فرماویں ورنہ مجبوراً ان کو مصباح وی پی کیا جائے گا۔ اُمید ہے کہ وصول فرما لیں گے ؛ (منیجر مصباح)

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام سٹیم پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا